سوال

(106)شینہ کی شرعی حیثیت

جواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

علمائے کرام اس بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں عشاء کی نماز کے بعد تراویح کے علاوہ جو شبینہ پڑھایا جاتا ہے جس میں قاری حضرات دو رکعت میں ایک پارہ قرأت کرتے ہیں اور مقتدی پیچھے کھڑے ہو کر سنتے ہیں اور اسی طرح رات ایک بجے تک یہ سلسلہ جاری رہتا ہے اور کئی کئی پارے اور کئی رکعات نفل ادا کئے جاتے ہیں۔ کیا یہ عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم یا تابعین رحمہ اللہ علیہم سے ثابت ہے۔ اگر نہیں تو کیا یہ عمل باعث ثواب ہے یا بدعت کی بنا پر گمراہی ہے اور گناہ کا باعث ہے؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علی رسول اللہ، أما بعد!

مذکورہ صورت میں دو تین باتیں قابل غور ہیں اولاً نماز نفل باجماعت ادا کرنا، ثانیاً نماز نفل کا اپنی طرف سے مقررہ اہتمام اور اس پر دوام واصرار کرنا۔ یعنی خاص وقت یا معین مہینہ میں اس کا خصوصی اہتمام کرنا۔ اوّل الذکر بات تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے جیسا کہ صحیح بخاری باب اذا ینو الامام ان یوم ثم جاء قوم فامھم میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں ایک رات اپنی خالہ سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں ٹھہرا ہوا تھا۔ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز تہجد میں مشغول ہوئے تو میں آپ کی بائیں جانب کھڑا ہو گیا۔ ان کی اقتداء میں نماز تہجد پڑھنے لگا حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری امامت کی نیت نہیں کی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سر سے پکڑ کر مجھے اپنی دائیں جانب کھڑا کر لیا۔ (صحیح بخاری ۱/۹۷)

اور اسی طرح صحیح بخاری باب صلوۃ النوافل جماعۃ میں محمود بن ربیع رضی اللہ عنہ سے سیدنا عتبان بن مالک کا واقعہ منقول ہے کہ رسول اکرم سیدنا عتبان کی فرمائش پر ان کے گھر تشریف لائے اور دو رکعت نماز باجماعت ادا فرمائی۔ (صحیح بخاری)

ان ہر دو احادیث صحیحہ سے ثابت ہوا کہ نماز نفل کی جماعت بلاشک وشبہ جائز ہے۔ لیکن اس کا اعلان کرنا مردوں اور عورتوں کو بذریعہ اشتہارات جمع کرنا، نوافل باجماعت، بالدوام ادا کرنا اور رات کو چراغ گل کر کے دعائیں ناجائز اور بدعت معلوم ہوتا ہے کیونکہ مطلقاً نماز نفل باجماعت ادا کرنا تو صحیح ہے لیکن یہ قیود مع اہتمام اس مطلق جواز کو بدعت میں بدل دیتے ہیں جیسا کہ نماز چاشت صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور ام ہانی رضی اللہ عنہا سے یہ نماز مروی ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو اس کی پابندی کی وصیت بھی فرمائی (صحیح بخاری ۱/۱۰۸) مگر اس وصیت کے باوصف سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس کو بدعت کہتے ہیں اس کی وجہ ذیل میں آ رہی

ہے) جیساکہ صحیح بخاری میں ہے کہ مجاہد کہتے ہیں : میں اور عروۃ دونوں مسجد میں داخل ہوئے :

"فإذا عبداللہ بن عمر جالس إلی حجرۃ عائشۃ وإذا ناس یصلون فی المسجد صلوۃ الضحی فسألناہ عن صلاتہم فقال بدعۃ" **(صحیح بخاری باب کم اعتمر النبی ۲۳۷/۱، صحیح مسلم ۴۰۹/۱)**

''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ کے پاس بیٹھے تھے اور اس وقت کچھ لوگ مسجد میں نماز چاشت پڑھ رہے تھے ۔ ہم نے ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے ان کی اس نماز کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا یہ بدعت ہے ۔ ''

جبکہ یہ نماز متعدد سانید صحیحہ سے مروی ہے جیساکہ اوپر صحیح بخاری کے حوالے سے گزر چکا ہے ۔ مقامِ غور ہے کہ ابنِ عمر رضی اللہ عنہما نے اسے بدعت کیوں کہا؟ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مسعود میں اس نماز کو باجماعت ادا کرنے کا دستور نہیں تھا ۔ چنانچہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مسلم میں لکھا ہے :

((مرادہ ان أظہارہا والإجتماع لہا بدعۃ لاأن صلوۃ الضحی بدعۃ وقد سبقت المسئلۃ فی کتاب الصلوۃ .))

''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی مُرادیہ تھی کہ نماز چاشت کو مسجد میں ظاہر کر کے پڑھنا اور اس کے لئے اجتماع و اہتمام کرنا بدعت ہے نہ کہ نماز چاشت بدعت ہے'' ۔

امام ابو بکر محمد بن ولید الطرطوشی لکھتے ہیں :

" محلہ عندی علی أحد وجہین انہم کانوا یصلونہا جماعۃ إما أنہا یصلونہا معاأو فذاذ علی ہیئۃ النوافل فی أعقاب الفرائض (کتاب الحوادث والبدع 40)

''ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کی اس نماز کو تو اس لئے بدعت قرار دیا کہ وہ اسے باجماعت پڑھ رہے تھے یا س لئے کہ اکیلے اکیلے اس طرح پڑھ رہے تھے جیسے فرائض کے بعد ایک ہی وقت میں تمام نمازی سنن رواتب پڑھا کرتے ہیں ۔ (کتاب الحوادث والبد ۴۰)

اس کی دوسری مثال یہ لے لیں کہ سبحان اللہ، اللہ اکبر، لا الہ الاّ اللہ کا وظیفہ اپنے اپنے اندر بڑے فضائل رکھتا ہے ۔ اور مفسرین نے اس کو باقیات صالحات میں شمار کیا ہے یہ بلندی درجات اور نجات اخروی کا بہترین ذریعہ ہے مگر اس کے باوجود جب اسے خاص قیود اور غیر ثابت تکلفات و التزامات کے ساتھ پڑھا جائے گا تو یہی وظیفہ ہلاکت اور خسارے کا باعث بن جائے گا ۔ جیساکہ سنن دارمی میں بسند صحیح سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے آتا ہے کہ کچھ لوگ کوفہ شہر کی مسجد میں حلقہ باندھے کنکریوں پر سبحان اللہ، اللہ اکبر، لا الٰہ اللہ سو سو دفعہ پڑھ رہے تھے تو ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے انہیں ڈانٹتے ہوئے کہا :

((فعُدُّوا سيئاتكم، فأنا ضامن أن لا يضيع من حسناتكم شيءٌ، ويحكم يا أُمّة محمدٍ، ما أسرع هلكتكم هؤلاء صحابة نبيكم صلى الله عليه وسلم متوافرون، وهذه ثيابه لم تبل، وآنيته لم تكسر، والذي نفسي بيده، إنكم لعلى ملة هي أهدى من ملة محمدٍ صلى الله عليه وسلم أو مفتتحوا باب ضلالة؟)) (سنن دارمی ٦١)

''تم اپنے گناہوں کو شمار کرو میں ضمانت دیتا ہوں تمہاری نیکیاں ضائع نہیں ہوں گی ۔ اے امت محمد تم پر افسوس ہے کہ تم کتنی جلدی ہلاکت میں مبتلا ہوگئے ہو ابھی تم میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بکثرت موجود ہیں ۔ ابھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے بھی پرانے نہیں ہوئے اور آپ کے استعمال میں آنے والے برتن بھی نہیں ٹوٹے ۔ تم ایسا کر کے گمراہی کا دروازہ کھول رہے ہو ۔'' (سنن دارمی ٦١)

اس روایت سے یہ ثابت ہوا کہ عبادت اور اطاعت جس طرح شریعت میں منقول ہو، اس کو اسی انداز میں ادا کرنا چاہیے یعنی جس ہیئت و صورت میں وہ عبادت ہوئی ہے، اس کو اسی طرز سے اپنانا چاہیے ۔ اپنی طرف سے اس میں پابندیاں عائد کرنا، بغیر دلیل کے مطلق کو مقید کرنا، غیر موقت کو موقت کرنا یعنی کسی وقت کے ساتھ خاص کر لینا، غیر معین کو معین بنانا، بدعت بن جائے گا جس سے اجتناب ضروری ہے ۔ وگرنہ ہلاکت میں پڑنے کا اندیشہ ہے ۔ چنانچہ یہی وہ نکتہ ہے جس کے پیش نظر ابنِ عمر رضی اللہ عنہما نے چاشت کو بدعت کہا اور ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے حلقہ باندھ کر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ وغیرہ کا ذکر کرنے کو بدعت اور ہلاکت قرار دیا ۔ امام ابو اسحاق شاطبی رقم طراز ہیں کہ :

"منها التزام الكيفيات بهيئة الاجتماع على صوت واحد واتخاذ ولادة النبى عيدا وما أشبه ذلك ومنها التزام العبادات معينة فى أوقات معينة لم يوجد لها ذلك التعين فى الشريعة كالالتزام يوم نصف من شعبان وقيام ليلة."

یہ بھی بدعات سے ہے کہ کسی نیک عمل کی ادائیگی کے لئے اجتماع کی صورت میں ایک ہی آواز کے ساتھ ذکر کا التزام کرنا، عید میلاد النبی منانا اور اس کی مثل دیگر امور اور ان بدعات میں سے یہ بھی ہے کہ عبادات کو معین کرنا، معین اوقات کے ساتھ جن کی تعین شریعت نہیں پائی جاتی۔ جیسا کہ ۱۵ شعبان اور اس کی رات کو پابندی کے ساتھ عبادت بجا لانے کا کوئی ثبوت شریعت میں نہیں۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ امام شاطبی اور دیگر محدثین کی تصریح سے یہ بات ثابت ہوئی کہ شریعت نے جن عبادات و اطاعات کو مطلق چھوڑا ہے، ان میں اپنی طرف سے پابندیاں عائد کرنا ان کی ہیئت و کیفیت کو بدلنا ہے۔ ان کو اوقات کے ساتھ معین کرنا گویا دین کو بدلنا ہے اس کا نام تحریف ہے اور یہ گمراہی ہے۔

لہٰذا لوگوں کا نوافل کے لئے اہتمام، خصوصی شبینہ کرنا، اس کے لئے لوگوں کو تیار کرنا، اس پر اصرار کرنا سراسر سنت اور سبیل المؤمنین کے خلاف ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین، فقہاء، محدثین رحمۃ اللہ علیہم نے اس تکلف اور اہتمام کو پسند نہیں کیا۔ لہٰذا اس بدعت سے اجتناب کرنا چاہیے اور عبادت کا جو طریقہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے اس پر عمل کرنا چاہیے۔

ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

آپ کے مسائل اور ان کا حل

ج1

محدث فتویٰ